بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

سچ

[illegible]

قیمت سالانہ سے ۔ قیمت ششماہی عہ ۱۲

بیرون ہند سے ۸ شلنگ فی پرچہ ۱ ر

نمبر ۴۳ | ۱۔ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ ۱۰ نومبر ۱۹۲۶ء | جلد ۲

سچی باتیں

آپ کہتے ہیں، کہ آپ کو اپنی زندگی سب سے زیادہ عزیز اور اپنی جان سب سے پیاری ہے۔ لیکن اس زندگی کو برقرار اور اس جان کو باقی رکھنے کے لیے جو چیزیں ضروری ہیں، کیا وہ بھی آپ کو ایسی ہی عزیز ہیں؟ کھانے کو غذا ہو، تن ڈھانپنے کو کپڑا ہو، رہنے کو مکان ہو، بس ان تین چیزوں کے علاوہ اور کسی شے کی ضرورت زندگی قائم رکھنے کے لیے نہیں؟ اب ارشاد ہو کہ آپ اپنی زندگی کی ان اہم ترین ضرورتوں کے پورا کرنے پر کہاں تک قدرت رکھتے ہیں؟ آپ اپنے لیے کھانا اپنے ہاتھ سے پکا سکتے ہیں؟ اپنے تن کا لباس اپنے ہاتھ سے تیار کر سکتے ہیں؟ اپنے رہنے کا مکان اپنے ہاتھ سے تعمیر کر سکتے ہیں؟! اسکے برعکس، ان میں سے ہر ضرورت کے پورا ہونے کے لیے، آپ قدم قدم پر دوسروں کے دست نگر و محتاج ہیں؟

آپ اپنے تئیں شریف کہتے ہیں، معزز کہتے ہیں، علم والا کہتے ہیں، پھر کیا اپنے ہاتھ سے اپنی اہم وہ ذاتی ضرورتوں کو پورا کرنا، آپ کی شرافت، آپ کی عزت، اور آپ کے علم کے منافی ہے؟ کسی شخص کو بڑا عہدہ نہیں ملتا، وہ بدقسمت کہلاتا ہے۔ کسی کو خطاب و اعزاز نہیں ملتا، وہ اسکی حسرت میں ساری عمر بسر کرتا پھرتا ہے۔ کوئی امتحان میں فیل ہو جاتا ہے، آپ اسے نالائق قرار دیتے ہیں، کوئی شخص علوم و فنون میں دستگاہ نہیں رکھتا، تو آپ جاہل ہو کر پکارتے ہیں۔ لیکن جو شخص اپنی ضروریات زندگی کے پورے کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، جو شخص نہ اپنے کو کھلا سکتا ہے، نہ اپنے کو چھپا سکتا ہے، نہ اپنے کو موسم کی سختیوں سے بچا سکتا ہے، اسکے لیے آپ کی زبان پر کوئی لفظ نہیں؟ جن تماشوں "علوم و فنون" کی دنیا کو مطلق حاجت نہیں، جن ایجادوں اور صنعتوں سے دنیا کی تباہی و بربادی ہی روز بروز ترقی پا رہی ہے، جن شغلوں اور پیشوں سے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں اٹکی ہے، ان پر وقت صرف کرنا، روپیہ صرف کرنا، محنت و توجہ صرف کرنا، عزت ہے، شرافت ہے، قابلیت ہے، کمال ہے، دانائی ہے، فضیلت ہے! اور فطرت کی جن ضرورتوں پر امیر و غریب، شاہ و گدا، عالم و جاہل، ہر انسان کی سانس کا دار و مدار ہے، انھیں کے حاصل کرنے میں، انھیں کے سیکھنے میں، توہین ہے، بےعزتی ہے، کسر شان ہے!!

آپ کے رسول مقبول صلعم تو اپنا سارا کام خود اپنے دست مبارک سے کر لیا کرتے تھے، خادموں اور ملازموں کے محتاج نہ تھے، کپڑوں میں پیوند اپنے ہاتھ سے لگا لیتے، اونٹوں کو خود ہی باندھتے اور چارہ دیتے، کاشانۂ نبوت کی جاروب کشی دست مبارک ہی سے ہوتی، مکان کی مرمت اپنے ہاتھ سے فرما لیتے، بازار سے سودا سلف اپنے ہاتھ سے خرید لاتے۔ غرض ادنیٰ سے ادنیٰ کسی کام میں بھی آپ کو تامل نہ تھا۔ وہ سب سے بڑے ہو کر بھی ان کاموں سے اپنی توہین نہ سمجھتے، اور آپ چھوٹے ہو کر ان میں اپنی توہین سمجھ رہے ہیں! رسول اللہ کی "نقل" سے بھی الگ ہو کر خود ہی "عقل" سے مشورہ فرمائیے، کوئی پہلو آپ کو اپنی موجودہ حیثیت کے جواز کی تائید میں ہاتھ آتا ہے؟ کھانا وقت پر نہ ملے، کپڑا خراب قسم کا ہو یا خراب

وہ ملا ہو، مکان ناقص بنا ہوا ہو، تو آپ اپنے نوکروں پر، اپنی بیوی بچوں پر کچھ ناخوش ہوتے ہیں، پر آپ اپنے اوپر کبھی غصہ نہیں فرماتے، کہ اپنی تہذیب و تعلیم، فضل و کمال، دانائی و خوش فہمی کے اس ارتقا کے ساتھ آپ اپنے لیے وہ بھی نہیں کر سکتے، جو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ جانور اپنے لیے آسانی کر تا رہتا ہے!

اہل تدبیر کی درماندگیاں!

مرض دق کا زور خدا خدا کر کے یورپ میں دھیما پڑا، تو سرطان اور مرض قلب کی گرم بازاری نے اہل فرنگ کا خون خشک کرنا شروع کر دیا ہے۔ کل تک اُس کا غم تھا آج اس کا ماتم ہے۔ لیکن آخر اسکا کوئی سبب بھی ہے، کہ ڈاکٹروں کی اس کثرت، اسپتالوں کی اس افراط، نت نئے علاجوں کی ایجاد کے، باوجود بھی "بہشت شداد" موت و ہلاکت سے محفوظ نہیں ہو جاتی، بلکہ بیماریاں اور ہلاکتیں روز بروز بڑھتی ہی رہتی ہیں؟ لندن کا مشہور روزنامہ، ویسٹ منسٹر گزٹ، اس سوال پر غور کرتا ہے، اور اپنے ایڈیٹوریل میں اسکا جواب یوں دیتا ہے:-

"یہ ظاہر ہے کہ جسم انسانی جب تک موجودہ مادی و میکانکی فضا کے ساتھ پوری طرح مطابق و متناسب نہ ہو جائے گا، بکثرت جانوں کا ضائع ہوتے رہنا یقینی ہے۔ ریل کے سفر میں جسم انسانی کو جو جھٹکے اور دھچکے لگتے رہتے ہیں، کیا اسکا اثر ان کاروباری اشخاص کی صحت پر، جنھیں بکثرت سفر کرنا پڑا کرتا ہے، نہ پڑتا ہوگا! اسی طرح موٹر کی برق رفتاری اگرچہ بظاہر پیدل چلنے کی زحمت سے بچا رہی ہے، لیکن اسکے جھٹکوں سے جسم انسانی پر جو بار پڑتا ہے، وہ محنت مزدوری کے عام پیشوں سے کہیں بڑھ کر جان لیوا ثابت ہوتا ہے"

(۲۰ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

گویا لطف و مسرت کی جتنی کوششیں کی گئیں، وہ بالآخر وبال ہی پر ختم ہوئیں! اور زندگی کی جس قدر حرص کی گئی، اُسی قدر موت قریب آتی گئی! علم و عقل، تہذیب و تمدن کی ساری کوششوں کا حاصل بس اسی قدر ہوا! اس تاریخ کے اسی پرچہ میں برطانیہ کے مشہور ترین ماہر سائنس سر آلیور لاج کے ایک تازہ لکچر کا بھی خلاصہ شائع ہوا ہے، جسکے بعض فقرے حسب ذیل ہیں:-

"مشینری و کلوں کی ایجاد کا نتیجہ یہ ہوا ہے، کہ کارخانہ داری کا نظام پھیل گیا ہے جسنے شدید عدم مساوات پیدا کر کے لوگوں کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کر دیا ہے، بجائے تازگی و مسرت کے عوام پر ایک ملالی و افسردگی طاری کر دی ہے، لطف زندگی کو فکر معاش کے بار سے دبا دیا ہے، اور بے قناعتی اور بے اطمینانی کی فضا کو عام کر دیا ہے...... زندگی کی سادگی اب خواب و خیال ہو گئی ہے، اور انیسویں اور بیسویں صدیوں سے کہیں زیادہ راحت و مسرت بارہویں صدی میں موجود تھی۔ اب نہ کوئی مقصد سامنے ہے، نہ کوئی اونچا تخیل، ہر شخص رات دن، بیل کی طرح، اپنے کارخانہ یا دفتر کی غلامی میں لگا ہوا ہے۔ تیز رفتار سواریوں کے ایجاد کا یہ نتیجہ ہے، کہ ہر وقت ہر شخص سفر پر گویا اسٹیمر سوار رہتا ہے.... ہلاکت کے نئے نئے آلے تیار ہوتے جاتے ہیں، چنانچہ ہتھیاروں کی ایجاد نے تو اُس دور قدیم کو پھر واپس بلا لیا ہے، جب ساری ساری قوموں کا مٹنا [illegible] ہوا کرتا تھا"

سر آلیور لاج ماتم کر رہے ہیں، کہ آج کوئی مقصد سامنے نہیں، اس لیے زندگی بے لطف ہو گئی ہے۔ ان دانشمندوں سے کوئی عرض کیا جائے، کہ اصل بلند مقصد، اور اعلیٰ تخیل کا نام ہماری اصطلاح میں ایمان ہے۔ زندگی کی تلخیوں کو حلاوت سے، ہر مصیبت کو خوشگواری سے بدل دینے کی قوت جس شے میں ہے، اُسی کا نام ایمان ہے۔

سچ کہا ہے، اس سچ کہنے والے نے، جو ہمیشہ سچ ہی کہتا ہے، کہ جو لوگ ہماری یاد کو بھلائے رکھتے ہیں، ہماری طرف سے اپنے تئیں غافل کیے رہتے ہیں، ان پر ہم اسی طرح زندگی کو تنگ کر دیں گے!

اہل خرد کا جنون

ڈاکٹر برنرڈ ہالینڈر، جو اسوقت برطانیہ میں، دماغ و دماغی کے ایک خاص ماہر فن کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں، شروع اکتوبر میں آپ نے گلڈ ہاؤس (لندن) میں جنون سے بچنے کی تدبیروں پر تقریر فرمائی، اور اسکے دوران میں ارشاد فرمایا:

(ڈیلی ہیرلڈ، لندن، ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

"جوان عمر لوگوں کو چاہیے، کہ اپنے میں صبر و قناعت زیادہ پیدا کریں، حالات گرد و پیش کے غلام نہ ہو جائیں، محض خارجی لذتوں کے پیچھے نہ پڑے رہیں، بلکہ خود اپنے اندر مسرت کا چشمہ پیدا کریں"

یہ صبر و سکون، ضبط و تحمل، قناعت و توکل کی تعلیم تو اب تک مشرق کے بزرگوں، زاہدوں، اور خانقاہوں میں دی جاتی رہی ہے، مغرب کی یونیورسٹیوں، تجربہ گاہوں، اور اسپتالوں کے در و دیوار اس آواز سے کیونکر گونج اٹھے؟ یہ تو اب تک بے خرد اہل جنون کا راگ تھا، اس کا پرتو خردمند اہل ہوش پر کیونکر پڑ گیا؟ یہ کیسی نئی تحقیق ہے، کہ وہی پرانی تقلید شروع ہو گئی! یا یہ صورت ہے کہ وہی بات جب تک ہماری زبان پر ہے، خرافات ہے، لیکن انکی زبان پر پہنچتے ہی وہی بے دانشی عین دانش بن جاتی ہے؟

تم بھی وہی کہو، تو کہے اک جہاں بجا،
میں بھی وہی کہوں، تو کہے اک جہاں غلط!

حکومت کی مستی

ڈاکٹر سلیٹر، لیبر پارٹی کی جانب سے برطانوی پارلیمنٹ کے رکن ہیں، آپ نے اپنی ایک تازہ تقریر میں ارشاد فرمایا ہے، کہ میرے اکثر رفقاء، یعنی ارکان پارلیمنٹ، خواہ انکا تعلق کسی پارٹی سے ہو، پارلیمنٹ کے اجلاسوں میں شراب سے بدمست ہو کر آتے ہیں، اور اجلاسوں میں جو شورش برپا ہوتی رہتی ہے، اسکا اصلی سبب یہی ہے کہ وہ نشہ میں ہوتے ہیں۔ (ویسٹ منسٹر گزٹ، ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۶ء) بعض دوسرے ارکان پارلیمنٹ انکے اس بیان کی پر زور تردید کر رہے ہیں، اور انکے جوابات شائع کر رہے ہیں۔

یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو، شراب کا نشہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو، ہم غلاموں کو اس سے کچھ زیادہ واسطہ نہیں ہو سکتا۔ ہماری قسمت میں اپنے آقاؤں کی جس مستی کا شکار بننا ہے، وہ شراب کا نشہ نہیں، حکومت کا نشہ ہے۔ [illegible] کی مستی [illegible] زور اور قوت کی مستی ہے۔ شراب کے نشہ سے تو [illegible] ممکن ہے یہ نشہ [illegible] کے حکم میں داخل ہو جاتا ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے، کہ جنکو اپنی قوت، اپنے اختیارات، اپنی شاہنشاہی، اپنی نوع بشر پر، خواہ اپنے ہوائی جہازوں کا نشہ چڑھا ہوا ہے، سے مست کیے ہوئے ہے، انھیں "شراب" کی مدد سے مزید ضرورت ہی کیا رہتی ہے؟

بیگناہوں کا گناہ

”چین کی حکومت نے ۲۰ - اکتوبر کو اندرونی ٹیکسوں سے متعلق حکم شایع کیا ہے، جنکا نفاذ ۱۰ اکتوبر سے شروع ہو جائے گا۔ یہ فرمان چونکہ بغیر دول متعلقہ کی منظوری کے شایع کیا گیا ہے، اسلیے ان ٹیکسوں کا وصول کرنا سارے معاہدوں کا توڑنا ہے۔“

(رائٹر، لندن، ۲۰ - اکتوبر)

یہ ہے وہ عظیم الشان جرم اور وہ روح فرسا گناہ، جسکا ارتکاب بدقسمت چین نے کیا ہے! اپنے ملک کے حدود کے اندر، بغیر فرنگی آقاؤں کی اجازت و منظوری کے، کچھ ٹیکس جاری کر دیے! معاذ اللہ! ایسی صریح گستاخی، اتنی سخت جسارت! اس سے بھی بڑھ کر کمال یہ ہے، کہ اس ملک کے نمایندے جو سر زمین فرنگ پر قدم رکھتے ہیں، خواہ جنیوا کی مجلس اقوام کے سامنے تقریر کر رہے ہوں، خواہ ڈیلی نیوز کو بیان دے رہے ہوں، ہر حال میں پوری آزادی و دلیری کے ساتھ مساوات اور خود مختاری کا دعوے کرنے لگے ہیں، اور کہنے لگے ہیں کہ ملک چین، اہل چین کا ہے، اور انھیں کا رہے گا!

ایسی گستاخ قوم کو زندہ رہنے کا کیا حق ہے! یہ مانا، کہ انگریزی جہازات سے اسکے مال و جان کو خطرہ تھا۔ یہ تسلیم، کہ ۱۳ - جون کو ایک انگریزی جہاز نے ایک چینی کشتی کو ٹکر دے کر غرق کر دیا، جس سے پانچ انسانوں کی جانیں گئیں۔ یہ بجا، کہ ۲۰ - جولائی کو ایک دوسرے انگریزی جہاز نے ایک اور چینی کشتی کو ٹکرا کر تین چینی افسروں کو غرق کر دیا۔ یہ ٹھیک، کہ ۲۰ - اگست کو ایک تیسرے انگریزی جہاز نے ایک اور چینی کشتی کو غرق کرکے دو سپاہیوں کی جان لے لی۔ یہ درست، کہ ایک چوتھے انگریزی جہاز نے اسکے بعد چینی فوج کے افسروں اور سپاہیوں سے بھری ہوئی ایک پوری کشتی کی کشتی کو ڈبو دیا۔ یہ بھی سہی کہ یہ ساری خبریں، خود انگلستان ہی کے ہفتہ وار اخبار نیشن (۲۳ اکتوبر) میں شایع ہو چکی ہیں، لیکن اس سے چین کو کسی قسم کے انتقام کا حق تو حاصل نہیں ہو جاتا۔ کیا وہ نہیں دیکھتا، کہ اسی کا ہمسایہ ہندوستان، کس صبر و سکون تسلیم و رضا کے ساتھ روز اپنے فرزندوں کو بظاہر اپنے فرنگی آقاؤں کی بوٹ کی ٹھوکروں سے، لیکن درحقیقت خود انھیں کی تلی کے پھٹ جانے سے مرتا ہوا دیکھا کرتا ہے! ایسی بے عقل و گستاخ قوم کے اگر ایک غیر محفوظ شہر وانشن پر شدید گولہ باری کر دی جائے، اور اسوقت جبکہ وہ شہر فوجی آبادی سے یکسر خالی ہو چکا ہو، اسکی غیر فوجی آبادی پر گولوں کی بارش کی جانے لگے جس سے شہر کے مکانات میں آگ لگ جائے، مکانات جل جل کر خاکستر ہو جائیں، اور سڑکوں پر تڑپتی ہوئی اور جھلستی ہوئی انسانی لاشیں سیکڑوں کی تعداد میں (حسب روایت ڈیلی ایکسپریس) نظر آنے لگیں، تو آخر اس میں جور و جفا، سفاکی و شقاوت کی کونسی بات ہے!

”غلطیہائے مضامیں مت پوچھ“

التوائے حج کی تحریک جس بے محل عجلت کے ساتھ پیش کر دی گئی، اس غلطی کا اظہار و اعتراف بار بار افسوس، ان صفحات میں اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے۔ لیکن بعض معاصرین نے اس تحریک سے اختلاف کا جو شیوہ اختیار کیا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ افسوسناک ہے۔ بعض بڑی بڑی طویل مذہبی تحریریں، بصورت فتاوی، ان معاصرین کے صفحات میں بڑے بڑے عیب و جواز کی عنوانات کے ساتھ نکلتی رہتی ہیں، جنکا ماحصل صرف یہ معلوم ہوتا ہے، کہ حج کی فرضیت، اور قطعی فرضیت، قرآن کریم اور حدیث نبوی سے باتفاق و بتصریح ثابت ہے! گویا کوئی نیا فرقہ مسلمانوں میں ایسا پیدا ہوا ہے جو فرضیت حج کا منکر ہے! بحث کا رخ یوں پھیر کر، یہ معاصرین کرام اپنے دل میں ذرا غور فرمائیں، کہ دوسروں کے ساتھ نہیں، خود اپنے ساتھ وہ کہاں تک انصاف کر رہے ہیں!

فرض کیجیے، ایک مسلمان اگر نماز کی نیت باندھنے لگے، اور اسکے پاس کے بیٹھنے والے کو یہ خیال ہو کہ وہ بجائے مغرب کے، جنوب، شمال، یا مشرق کی جانب منہ کرکے کھڑا ہو رہا ہے، تو کیا اُسے یہ کہنے کا حق حاصل نہیں کہ نیت باندھنے کو سمت قبلہ کی تحقیق تک ملتوی رکھو؟ کیا اُسکا یہ مشورہ، فریضۂ نماز کی ادائی میں مزاحمت سے تعبیر کیا جائے گا؟ کیا اُسے یہ جواب دیا جائے گا، کہ تم اہم ترین رکن اسلام سے انکار کر رہے ہو؟ شریعت کا کوئی حکم بھی علی الاطلاق نہیں، ہر حکم زمان و مکان و احوال کے قیود و شرائط کے ساتھ محدود و مقید ہے۔ نماز تک کیلیے طہارت بدن کی شرط ہے، استقبال قبلہ کی شرط ہے، وقت کی شرط ہے، وقس علی ہذا، اور خود نظر پر توجہ ہو تو شریعت کی اصطلاح فرائض نہیں، عین فرمانبرداری، ہے۔ فرضیت حج کے لیے کلام پاک میں ایک جامع اصطلاح استطاعت سبیل کی ہے۔ فقہاء نے تفصیل کے ساتھ، وجوب حج، و ادائے حج کے متعدد شرائط تحریر کیے ہیں، مثلاً حر ہونا (عبد نہ ہونا)، بالغ ہونا، صاحب زاد و راحلہ ہونا وغیرہ۔ اب اگر کسی کو کسی خاص موقع پر انھیں شرائط میں سے بعض کے نہ پائے جانے کا خیال ہے، تو آپ دلائل سے اسکے شبہات کو دور اور اسکے قلب کو جتنا مطمئن فرما سکتے ہیں، لیکن آخر اس پر برہم و غضبناک ہونے، اور اسے مردود و ملعون قرار دینے کا کون سا محل ہے؟

وفد خلافت کی رپورٹ

مسئلہ حجاز پر وفد خلافت کی رپورٹ، جسکا عرصہ سے انتظار تھا، بالآخر شایع ہو گئی۔ رپورٹ مختلف حصوں میں تقسیم ہے، مجموعی حجم ڈھائی سو اور تین سو صفحوں کے درمیان ہوگا۔ یاد ہوگا کہ ہندوستان کی خلافت کمیٹی اب تک چار وفد، حجاز روانہ کر چکی ہے۔ پہلا وفد ۱۰ - دسمبر ۲۴ء کو روانہ ہوا تھا، اور مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد بدایونی اور مولانا عبدالقادر قصوری پر مشتمل تھا۔ دوسرے وفد خلافت کے، جو مارچ ۲۵ء میں روانہ ہوا تھا، ارکان مولوی محمد شفیع داؤدی، مولانا عرفان و مولوی ظفر احمد وغیرہم تھے۔ تیسرا وفد جس میں مولانا ظفر علی خاں، مولانا عرفان اور جناب شعیب قریشی تھے، ۲۵ - اکتوبر ۲۵ء کو روانہ ہوا۔ اور چوتھا وفد جو سب سے زیادہ اہم تھا اور مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، اور شعیب قریشی صاحب سے مرکب تھا، مئی ۲۶ء میں عازم حجاز ہوا۔ اسی آخری وفد کی رپورٹ پر سب کی نظریں لگی ہوئی تھیں، اور بعض معاصرین کی پھیلائی ہوئی اس افسوسناک افواہ کے باوجود کہ خود ارکان وفد میں شدید اندرونی اختلاف موجود ہے، بالآخر اس وفد کی متفقہ رپورٹ شایع ہو کر منظر عام پر آ گئی۔

پیش لفظ تمہید کے بعد چوتھے وفد کی اصل رپورٹ ۷۰ صفحوں میں آ گئی ہے، اسکے بعد ضمیمے شروع ہوتے ہیں۔ پہلے ضمیمہ میں قانون موتمر اسلامی، اصل عربی مع ترجمہ درج ہے۔ دوسرے ضمیمہ میں سلطان کا افتتاحی خطبہ مع ترجمہ

نقل ہے۔ تیسرا اور چوتھا ضمیمہ گویا خود ایک مستقل کتاب ہیں۔ اس حصہ میں تیسرے وفد حجاز کی دونوں رپورٹیں درج ہیں، یعنی ایک رپورٹ مرتبہ مولانا عرفان و شعیب قریشی صاحب اور دوسری مرتبہ مولانا ظفر علیخاں۔ انکے دیکھنے سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے کہ تیسرے وفد کے ناکام رہنے کے کیا اسباب تھے اور کن اختلافات کی بنا پر خود وفد کے درمیان تفرقہ پڑ گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں مولوی ظفر علی خاں اور شعیب قریشی صاحب کی باہمی مراسلت بھی پبلک کے سامنے آگئی ہے، جس کا مطالعہ بجائے خود سبق آموز و دلچسپ ہے۔ چوتھے وفد کی رپورٹ کے بھی چار حصے کئے جا سکتے ہیں۔ پہلے حصہ میں، جو صفحہ ۹ تک آیا ہے، گویا مسئلہ کی پوری تاریخ آگئی ہے، یعنی خلافت کمیٹی کے مسئلہ حجاز میں حصہ لینے کی ابتدا کب سے ہوئی، اسکے اسباب کیا ہوئے۔ یہ حصہ دوسرے وفد کی کارگذاریوں پر ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرے حصہ میں وفد سوم کی کارروائیوں کا بیان ہے، صفحہ ۱۰ سے ۵۰ تک۔ صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۹۰ تک، جو تیسرا حصہ ہے، اس میں اس چوتھے وفد کے مشاہدات اور کارگذاریوں کا بیان ہے۔ آخری حصہ صفحہ ۹۰ تا ۱۲۹ کا عنوان نتائج ہے۔ اس میں حجاز اور حکومت حجاز کی موجودہ حالت پر ایک عام و مفصل تبصرہ کے بعد آئندہ نظام کار کا ذکر ہے۔

اتنی ضخامت کی کتاب میں جن مختلف و متعدد اہم و نازک مسئلوں پر بحث کی گئی ہے، یہ ضروری نہیں کہ اسکے ہر جزئیہ سے ہر پڑھنے والا متفق ہی ہو۔ تاہم رپورٹ، بحیثیت مجموعی، جس احتیاط، جس سچائی، اور جس قابلیت کے ساتھ تیار کی گئی ہے، اسکی داد دینی ظلم ہے۔ اظہار خیالات میں عموماً جس متانت و اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے، وہ خصوصیت کے ساتھ قابل داد ہے۔ موجودہ زہریلی فضا میں، ایسے نازک مسئلوں پر قلم اٹھانے اور اس سارے مخدوش راہ کو اور راستہ کو خیر و خوبی طے کر آنے پر، رئیس وفد مولانا سید سلیمان اور انکے تینوں رفقاء بہترین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ شعیب صاحب نے مختلف عمارات، آثار، و مقابر، وغیرہ کے فوٹو گراف کے ساتھ کتاب میں شامل کر دیے ہیں، اس سے کتاب کے پایہ اعتبار و استناد کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ اتنی خوبیوں پر، ایک روپیہ کی قیمت میں دفتر مرکزی خلافت کمیٹی، ڈونگری، بمبئی سے دستیاب ہو جانا، گویا مفت ہاتھ آجانا ہے۔ جا بجا سے اقتباسات دے کر اصل رپورٹ کے لطف کو کھو دینا ہے۔ ہر ایسے شخص کو جو مسئلہ حجاز سے کسی قسم کی بھی دلچسپی رکھتا ہے، تو اسے اول سے آخر تک ضرور پڑھنا چاہیے۔

بڑا فتنہ اور ایک حدیث نبوی

ہندو، جس کو اپنی بولی میں کلجگ کہتے ہیں، مسلمانوں کے ہاں اس نازک زمانہ کو دور فتن سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی راستی و دیانت بازی، عدل و حق کی حکومت اٹھ جائے گی، باطل کا دور دورہ شروع ہو جائے گا، اور مال، عزت، جان، ایمان، کوئی شے بھی انسان کی محفوظ نہ رہ جائے گی۔ احادیث و آثار میں اس زمانہ قرب قیامت کی بکثرت علامتیں اور نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ ذیل میں ایک حدیث نبوی کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس سے ممکن ہے کہ دور حاضرہ کے ایک بڑے فتنہ پر کچھ روشنی پڑے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال کنا قعودا عند النبی صلعم فذکر الفتن فاکثر فی ذکرہا حتی ذکر فتنۃ الاحلاس فقال قائل وما فتنۃ الاحلاس قال ہی ہرب وحرب ثم فتنۃ السراء دخنہا من تحت قدمی رجل من اہل بیتی یزعم انہ منی ولیس منی انما اولیائی المتقون، ثم یصطلح الناس علی رجل کورک علی ضلع، ثم فتنۃ الدہیماء لا تدع احدا من ہذہ الامۃ الا لطمتہ لطمۃ فاذا قیل انقضت تمادت یصبح الرجل فیہا مومنا ویمسی کافرا حتی یصیر الناس الی فسطاطین فسطاط ایمان لا نفاق فیہ وفسطاط نفاق لا ایمان فیہ فاذا کان ذاکم فانتظروا الدجال من یومہ او من غدہ۔
(ابو داؤد - مشکوٰۃ - کنز العمال)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھے تھے اور آپ فتنوں کا بیان فرما رہے تھے اور آپ نے اس تذکرہ کو جاری رکھا یہاں تک کہ آپ نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا۔ ایک شخص نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا بھگدڑ اور لوٹ مار۔ اسکے بعد فتنہ سرآء، جسکا دھواں میرے خاندان کے ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا، وہ گمان کرتا ہے کہ وہ میرا ہے، حالانکہ وہ میرا نہیں، میرے والے تو بس وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں۔ اسکے بعد لوگ ایک شخص پر اتفاق کر لینگے، جسکی (کمزوری اور بے ثباتی کی) مثال یہ ہے کہ گویا انسان کی پسلیوں پر اسکے کولے کو رکھ دیا گیا ہو۔ اسکے بعد فتنہ دہیما ہے، جو اس امت کے کسی شخص کو بغیر طمانچہ لگائے نہ چھوڑیگا۔ جب کہا جائیگا کہ ختم ہوا، تو وہ بڑھے گا، جس میں صبح کو انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائیگا۔ یہاں تک کہ لوگ دو خیموں میں تقسیم ہو جائینگے، ایک خیمہ ایمان کا بغیر نفاق کے، اور دوسرا نفاق کا بغیر ایمان کے۔ جب یہ ہو جائے، تو دجال کا اسی روز یا اسکے دوسرے روز انتظار کرو۔

گویا امت اسلامیہ کو تین بڑے فتنوں سے سابقہ پڑیگا۔ پہلے فتنہ احلاس میں سخت بدنظمی اور لوٹ ہوگا، اس کی خاص پہچان انتشار و خلل ہے۔ دوسرے فتنہ، فتنہ سرآء، کی ابتداء ایسے شخص کی ذات سے ہوگی جسے اپنے آل رسول ہونے کا دعوی ہوگا، گو چونکہ اسکے اعمال ذاتی اس دعوے سے مناسبت نہ رکھیں گے، اسلئے اسکا یہ دعوی مردود ہوگا۔ اسکے معزول ہونے پر عامہ مسلمین ایک دوسرے شخص کی سرداری پر اتفاق کرینگے، لیکن اسکی حکومت کو ثبات نہ ہوگا، وہ بہت جلد بے دخل کر دیا جائیگا۔ اور اسکے بعد جو فتنہ عظیم، فتنہ دہیماء کے نام سے شروع ہوگا وہ ساری امت اسلامیہ پر حاوی ہو جائیگا، وہ برابر بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا جائیگا، جب لوگ سمجھینگے کہ ختم ہوا، وہ اور بڑھے گا۔ ایمان کی کچھ ایسی بے قدری ہو جائیگی کہ صبح کا مومن شام کو کافر ہو جائیگا۔ اسوقت خلقت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیگی، ایک طرف خالص ایمان ہوگا اور دوسری طرف خالص نفاق (یعنی محض دعوی ایمان بلا شائبہ ایمان)، وہ وقت خروج دجال و ظہور قیامت کا ہوگا۔

الخلافت

(از جناب مولوی برکت اللہ صاحب بھوپالی)

اس کتاب میں مسئلہ خلافت پر تاریخی و مذہبی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ خلیفہ کون ہو، کیسا ہو، اور خلافت کے لوازم و ضروریات کیا کیا ہونا چاہییں۔ ان سب پر وسیع خیالات۔ انگریزی داں حضرات ضرور منگائیں۔ قیمت ۸

مہتمم سچ - لکھنؤ

نئی کتاب

خطبات مدراس، از مولانا سید سلیمان ندوی، ضخامت ۱۹۰ صفحے، تقطیع ۲۰×۲۲، قیمت عہ/ ملنے کا پتہ: دار المصنفین، اعظم گڈھ

مدراس کے بعض درد مند مسلمانوں میں سال گذشتہ یہ تحریک پیدا ہوئی کہ مسلمان طلبہ اور تعلیم یافتہ طبقہ کو مذہب سے باخبر کرنے کی ایک مناسب و مؤثر صورت یہ ہو گی، کہ ہر سال کسی مسلمان فاضل کے خدمات حاصل کیے جائیں، جو اسلام کے پیام اور پیامبر کو طلبۂ انگریزی کے ذوق اور موجودہ رنگ کے مطابق خطبات دے سکے۔ چنانچہ پہلا قرعۂ انتخاب اس سعادت کے لیے، بالکل بجا طور پر مولانا سید سلیمان ندوی مؤلف سیرۃ النبی کے نام پر پڑا، جن سے بڑھ کر اس خدمت کی اہلیت اس وقت شاید ہی کسی مسلمان میں ہو۔ چنانچہ انھوں نے مدراس جا کر مختلف صحبتوں میں چند خطبے اس موضوع پر ارشاد فرمائے۔ انھیں کا مجموعہ اس وقت پیش نظر ہے۔

یہ خطبات (لکچرس) تعداد میں آٹھ ہیں، اور ان کے عنوانات حسب ذیل ہیں: انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء کرام کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے۔ عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے۔ سیرت نبوی کا تاریخی پہلو۔ سیرت نبوی کی کاملیت۔ سیرت نبوی کی جامعیت۔ سیرت نبوی کی عملیت۔ اسلام کے پیغمبر کا پیغام۔ ایمان اور عمل۔

خطبات کی جامعیت کا اندازہ ان عنوانات ہی سے ہو سکتا ہے۔ سید صاحب کے علم و فضل، ذوق و عقیدت، اور حسن بیان کا تعارف کرانا، آفتاب کو شمع کی روشنی سے دکھانا ہے۔ ذیل میں ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، جس سے کتاب کی عام نوعیت کا ایک اجمالی اندازہ ہو جائے گا:

"غور فرمائیے، نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک سلبی، ایک ایجابی، مثلاً آپ جا کر کسی ایک کمرہ میں جا کر عمر بھر بیٹھ گئے، تو صرف یہ کہنا صحیح ہو گا کہ برائیوں اور گناہوں سے آپ نے پرہیز کیا۔ یعنی آپ نے کوئی کام ایسا نہیں کیا، جو آپ کے لیے قابل اعتراض ہو۔ مگر یہ تو سلبی تعریف ہوئی، ایجابی پہلو آپ کا کیا ہے؟ کیا آپ نے غریبوں کی مدد کی، محتاجوں کو کھانا کھلایا، کمزوروں کی مدد کی، ظالموں کے مقابلہ میں حق گوئی سے کام لیا، گرتوں کو سنبھالا، گمراہوں کو رستہ دکھایا، غرض عفو و کرم، سخاوت و مہمان نوازی، حق گوئی، رحم، حق کی نصرت کے لیے جوش، جد و جہد، مجاہدہ، ادائے فرض، ذمہ داریوں کی بجا آوری، غرض وہ تمام افعال جنکا تعلق عمل سے ہے، وہ صرف سلب نفس اور عدم عمل سے نیکیاں نہیں بن جائیں گی۔ غرض نیکیاں صرف سلبی ہی پہلو نہیں رکھتیں، بلکہ زیادہ تر ایجابی اور عملی پہلو پر انکا مدار ہے۔ ... جس سیرت کا یہ عملی حصہ سامنے نہ ہو، اسکو "آئیڈیل لائف" یا قابل تقلید زندگی کا خطاب نہیں دیا جا سکتا، اسلیے کہ انسان اسکی کس چیز کی نقل کریگا، اور کس عمل سے سبق حاصل کریگا؟ ہم کو وضع و رنگ، خورد و نوش، ازدواج وغیرہ، تعلقات خداوندی و تعلقات عباد، مالکیت، محکومیت، سکون و غضب، خلوت و جلوت، زندگی کے ہر پہلو کے متعلق عملی مثال چاہیے۔ ... انھیں مشکلات کے حل کرنے اور انھیں متعلقات کو بہ حسن انجام دینے کے لیے ہم کو عملی مثالوں کی ضرورت ہے، بعض قولی روایات کی نہیں۔ یہ شاعری اور خطابت نہیں، بلکہ تاریخی واقعہ ہے، کہ اس معیار پر بھی سیرت محمدی کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اتر سکتی" (صفحہ ۲۲-۲۳)

یوں تو کتاب اول سے آخر تک قابل دید ہے، لیکن تیسرا خطبہ، جو سیرت نبوی کی تاریخیت پر ہے، شاید انگریزی خواں جماعت کے لیے خصوصیت کے ساتھ مفید و مؤثر ہو، اور نہ صرف اسی گروہ، بلکہ اس "مذہبی" گروہ کے لیے بھی جو اپنی خام خیالی کی بنا پر مجموعۂ احادیث کو نامعتبر و ناقابل استناد سمجھ رہا ہے، خیالات کی پوری تردید، بطرز احسن اس باب میں موجود ہے۔ کاش یہ کتاب انگریزی میں ہوتی! اب بھی اگر کوئی جماعت اسے انگریزی میں منتقل کر دے، تو یہ دین و مذہب کی ایک حقیقی خدمت ہو گی۔ صرف ہمارے انگریزی خواں نوجوان ہی نہیں، بہت سے دانایان مغرب، دعویداران علوم اسلامیہ، کی بھی تصحیح خیال کا بہت کچھ سامان اسکے اندر موجود ہے۔

شکایت کی بات صرف اتنی ہے کہ کتاب مختصر ہے، فاضل مصنف، اگر خطبات کی نظر ثانی و ترتیب کے وقت ان میں کافی اضافہ کر دیتے، تو یہ مجموعہ بہت زیادہ مفید ہو سکتا تھا۔ کتاب کی ظاہری خوبیوں (کاغذ، چھپائی وغیرہ) کا جہاں تک تعلق ہے، دار المصنفین کا نام انکے اعلیٰ ہونے کی بجائے خود ایک ضمانت ہے، لیکن کتابت کی غلطیاں، معارف پریس کے لیے اس قدر لازمی ہو گئی ہیں، کہ معارف پریس تک ان سے محفوظ رہنے پر قادر نہیں۔

شکریہ و شکایت

سچ کی توسیع اشاعت کی درخواست بار بار آپ کی خدمت میں کی گئی ہے۔ بعض احباب نے توجہ فرما کر نئے خریدار بنائے ہیں، لیکن جن احباب نے ابھی تک اس امر کی ضرورت نہیں سمجھی اُن کی تعداد بہ نسبت زائد ہے۔

ناحسان شناسی ہو گی اگر دو صاحبوں کی عنایت و توجہ کا جلد سے جلد اعلان نہ کر دیا جائے:

(۱) جناب سید ابراہیم صاحب نے چندوسی سے بارہ روپے بھیجکر اپنی طرف سے چار اصحاب کے نام اخبار جاری کرا دیا ہے۔

(۲) جناب محمد اکبر صاحب نے سیہور ریاست بھوپال سے بارہ خریداروں کے نام ارسال فرمائے ہیں، اور وعدہ کیا ہے کہ عنقریب انکی توجہ سے یہ تعداد بیس تک پہنچ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ان ہمدرد بھائیوں کو جزائے خیر دے، اور دوسرے قدردانوں کو بھی اس اصلاحی پرچہ کی برادری بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

مہتمم

اسلام کا نظام حکومت

(از مولانا خواجہ عبدالحی صاحب)

نمبر (۱)

قرآن حکیم نے اصول کے طور پر ایک چیز بتائی ہے، اور وہ یہ ہے "وامرہم شوریٰ بینہم" رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب امیر کے فرض کو خود امت کے ہاتھوں میں دیدیا کہ وہ جس کو اہل خیال کرے اسکے ہاتھ میں اپنی باگ دیدے۔ اس طرز عمل سے آپ نے دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ خلیفہ اور امام کے متعین کرنے میں امت کو کامل اختیار دیدینا چاہیے تاکہ وہ خود اپنی حریت فکر و اجتہاد رائے سے کام لیکر دیکھے کہ اسکی رہنمائی کی سب سے زیادہ اہلیت کس شخص میں ہے۔ اور پھر آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ حکومت اور خلافت کسی خاص خاندان کا موروثی ترکہ نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہاجرین و انصار سقیفۂ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے اور تھوڑی سی بحث و مشاورہ کے بعد ارباب حل و عقد نے اپنے میں سے بہترین انسان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا۔ جب خلیفۂ اول کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے ذمہ دار جمہوریت ارکان سے فرداً فرداً رائے لیکر اور سب کو متفق پاکر حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا جسکے ہاتھ پر تمام امت نے بیعت کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس مقرر کرکے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں اور پھر اسی کے ہاتھ پر بیعت عامہ ہو۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب عمل میں آیا اور سب نے انکو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ انکے مقتول ہونے پر فتنہ و فساد کا باب کھل گیا، مگر مدینہ منورہ میں اسوقت جس قدر ارباب حل و عقد جمع تھے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا امیر چن لیا۔

تم ان طرق انتخاب کو پڑھو اور بار بار پڑھو تم دیکھو گے کہ اس میں نسل، خاندان وغیرہ کسی چیز کو دخل نہیں۔ اگر یہ چیز اسلام کے پیش نظر ہوتی تو سب سے پہلے رسول اللہ اس خلافت کو صرف بنو ہاشم میں منحصر کر دیتے، مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اس اختیار کو امت کے تفویض کر دیا۔ ابوبکرؓ نے بھی اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اور زیادہ اسکو واضح کر دیا، آپ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو اس کمیٹی کا رکن بنایا جو آپ کی وفات کے بعد انتخاب خلیفہ کے مسئلہ پر غور کرنے والی تھی تاکہ اس مسئلہ میں انکی اصابت رائے سے فائدہ اٹھایا جاسکے، مگر ساتھ ہی انکے یہ شرط بھی لگا دی کہ اگر بالفرض کمیٹی کی کثرت رائے بھی انکو خلیفہ انتخاب کرے تو بھی وہ خلیفہ نہیں بن سکتا۔

اسلام کا حقیقی طریق حکومت یہی تھا، جو ہمیں خلفائے راشدین کے زمانہ میں دکھائی دیتا ہے، "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین" اور انہی بزرگان امت کا منہاج عمل ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

شرائط امامت: اس باب میں قرآن مجید نے بالکل صاف صاف اور کھلے کھلے احکام صادر فرمائے ہیں، حکومت اور امت کا نظم و ادارہ دراصل ایک عظیم الشان امانت ہے جو کسی کے سپرد کی جاسکتی ہے اور جسے اس نے بغیر رنگت اور نسل کی تخصیص کے یہ بتا دیا کہ "ان تؤدوا الامانات الی اہلہا" ہر ایک امانت اسکے اہل کو دی جانی اور اسی لیے حدیث میں آثار قیامت میں سے آپ نے یہ علامت بھی بتائی "واذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ" جب ایک کام کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیا جائیگا جو اسکے کرنے کا اہل نہ ہوگا، تو اس کام کے خاتمہ اور بربادی کا انتظار کرو۔ اس لیے کہ جب ایک شخص کسی کام کا اہل نہیں ہوگا، تو وہ اسے خراب و برباد کرنے کے سوا اور کیا کریگا۔ سورۂ بقر میں بنی اسرائیل کا قصہ تم نے بار ہا پڑھا ہوگا، انھیں ایک بادشاہ کی ضرورت ہے اور انکا خیال یہ ہے کہ صرف ارباب دولت و ثروت ہی حکومت کے حقدار ہیں، مگر قدرت کی نظر انتخاب اس پر پڑتی ہے جو اس اعتبار سے بالکل تہیدست و مفلس ہے اور قوم کا اسکی نسبت یہ فیصلہ ہے: "ولم یؤت سعۃ من المال" اور اسکے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں مگر ناموس الٰہی نے جواب دیا "ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم (۲: ۲۴۷)" حکومت کے لیے بہترین علم سیاست و جہانداری کی ضرورت ہے، داخلی و خارجی تنظیم و صلاح سے واقفیت ہو، بین الاقوامی تعلقات، فلسفۂ عروج و زوال اور انقلابات قومی کی تمام راہیں معلوم ہوں، ہر ایک مسئلہ میں بصیرت ناقدہ اور اجتہاد و فکر سے کام لینے کی قابلیت ہو، فنون حرب کی مہارت تامہ اور وسائل جنگ کا علم بھی الزام و التزام ہے، اور تندرستی و تنومندی سے بھی دوچار ہو، اور یہ تمام کمالات صرف طالوت ہی میں پائے جاتے ہیں۔

سورۂ مجادلہ میں آتا ہے "یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (۵۸: ۱۱)" جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں، اور جن کو علم عطا کیا ہے، خدا انکے درجے بلند کریگا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں میں قدر و منزلت کا اعلیٰ ترین مرتبہ خلافت اس شخص کو دیا جائے کہ جس نے دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ اجتہاد و فکر رائے سے کام لیا ہو اور جو تمام علوم سیاست و امانت پر حاوی ہو، سورۂ نساء میں ہے: "واذا جاءہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم" تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ خلیفہ اور امام وہی شخص بن سکتا ہے جو حریت عقل و اجتہاد فکر سے کام لے سکے، جو استنباط نتائج و شواہد اور استخراج اصول و کلیات کی قابلیت رکھتا ہو، اور جسے سیاست اقوام میں درخور کمال حاصل ہو۔ سورۂ حجرات کی اس آیت نے ایک اور مزید شرط یہ لگا دی: "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم"۔ انتخاب صدر کی اعلیٰ ترین اور اولین شرط خصوصیت تقویٰ ہے۔

ان تصریحات سے یہ معلوم ہو گیا کہ شریعت نے کسی خاندان کو خلافت کے لیے مخصوص نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا: "ان ادرکنی اجلی وابو عبیدۃ حی استخلفتہ وان ادرکنی اجلی وقد مات ابو عبیدۃ استخلفت معاذ ابن جبل"۔ اگر میری وفات کے وقت ابو عبیدہؓ زندہ ہوئے تو میں انھیں اپنا خلیفہ نامزد کر جاؤنگا۔ اور ایک دفعہ یہی بات آپ نے حضرت حذیفہ کے غلام سالم کے لیے فرمائی تھی۔

حدیث شریف میں "الائمۃ من قریش" وارد ہوا ہے، جسکی بعید تاویل کی طرف گزشتہ چند سال میں بہت سے ارکان خلافت مائل رہے، لیکن ہمارے نزدیک الائمۃ میں الف لام عہد ذہنی مان لیا جائے اور دوسری حدیث کو اس کی طرف مشیر سمجھا جائے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ خلفا کی خبر دی ہے، اور جن کا برسر اقتدار ہونا قیامت سے پہلے لازمی ہے، تو ساری دقت حل ہو جاتی ہے۔

مگر چونکہ اس ارشاد رسالت کا سیاق کلام عام ہے اسلیے تمام مسلمان مصنفین نے اہلیت خلافت کی تمام شرائط میں ایک شرط قرشیت بھی تسلیم کی ہے، اور ظاہر ہے کہ قریش کوئی ایک خاندان یا قوم نہیں، بلکہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جسکی موجودہ مردم شماری اگر تلاش سے دیکھی جائے تو کئی کروڑ نفوس پر مشتمل ہوگی۔ پس جو اعتراض بعض لوگوں کو اس شرط کی وجہ سے پیش آتا ہے، وہ اسوقت وارد ہو سکتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم وغیرہ کی شرط لگاتے۔

مجلس شوریٰ

جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا اس سے ہر شخص بآسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے، کہ قرآن حکیم نے کس قسم کی بنیاد ڈالی تھی، جبکہ دنیا کے تمام اطراف میں صرف شخصی حکومتیں قائم تھیں، اسلام نے بالکل ایک جدید اور صحیح ترین شاہراہ عمل پیش کی، ممکن ہے بعض لوگوں کو گمان ہو کہ اس انتخاب کے بعد خلیفہ بالکل خود مختار ہو جاتا ہوگا، لیکن دراصل اس کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

قرآن نے مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت "وامرہم شوریٰ بینہم" بیان فرمائی ہے خلیفہ کو ایک مجلس شوریٰ منعقد کرنی ہوگی، جو اسکو تمام مہمات امور ملکی میں مشورہ دیگی۔ حدیث میں آتا ہے "ما تشاور قوم قط الا ہدوا لارشد امورہم"۔ جب کبھی ایک جماعت کسی کام کے لیے مشورہ کرتی ہے تو باہمی بحث و مشاورہ کی وجہ سے بہترین راہ اسکے سامنے آ جاتی ہے۔ سورۂ آل عمران کی تفسیر میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اگرچہ جنگ احد کے متعلق آپ کی رائے شہر کے اندر رہ کر لڑنے کی تھی، مگر کثرت رائے کے مطابق آپ نے باہر جا کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور تو اور، واقعۂ افک تک میں آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میں نے کسی شخص کو مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔

نئے خریداروں کو ہدیہ

سچ کے دلی قدردان جناب مولوی محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاپگڈھ نے اپنے والد ماجد کے لاجواب میلاد شریف "تحفۂ حرم" کے کچھ نسخے اسلیے مرحمت فرمائے ہیں کہ سچ کے ہر جدید خریدار کو ایک ایک نسخہ ہدیۃً دیا جائے۔

سچ کے جو ناظرین اب تک سچ کے خریدار نہیں ہیں اُن کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ جو اصحاب تین روپے اخبار کے سالانہ چندہ کے اور ۳ر محصول ڈاک کے لیے جلد سے ارسال فرمائیں گے انکے نام فوراً بلا قیمت تحفۂ حرم کا ایک نسخہ بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا جائیگا، اور اخبار تو سال بھر برابر پہنچتا ہی رہے گا۔

مہتمم

جمہوریت اور اسلام

نمبر (۳)

مولانا عبد السلام ندوی کے بیانات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت بتائی ہے، کہ

وامرہم شوریٰ بینہم — انکے تمام کام مشورہ سے چلتے ہیں۔

صحابۂ کرام کا دور خلافت اس آیت کی عملی تفسیر تھا۔ حضرت ابوبکرؓ سیاست کے مہمات مسائل کے علاوہ مقدمات کا فیصلہ بھی مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ مسند دارمی میں ہے:

کان ابو بکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ ثم فی السنۃ ثم استشار المومنین

حضرت ابوبکرؓ کے پاس جب کوئی فریق مقدمہ لیکر آتا، تو پہلے کتاب و سنت پر نظر ڈالتے پھر تمام مسلمانوں سے مشورہ کرتے۔

(اسوۂ صحابہ جلد ۲، صـ۳۴)

انھوں نے مہاجرین و انصار کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی جس میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، لازمی طور پر شریک کیے جاتے تھے۔ یہی مجلس شوریٰ تھی جسکو حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں نہایت وسیع، نہایت باضابطہ اور نہایت مکمل کر دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتوحات کی کثرت اور ملک کی وسعت کی بنا پر اس قدر کثرت سے بحث طلب مسائل پیدا ہوئے، کہ انکے لیے ایک دوسری مجلس شوریٰ کی ضرورت پیش آئی اس لیے انھوں نے مسجد نبوی میں ایک دوسری مجلس مشاورت قائم کی جس میں صرف مہاجرین شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں:

کان للمہاجرین مجلس فی المسجد فکان عمر یجلس معہم فیہ ویحدثہم عما ینتہی الیہ من امر الآفاق

مسجد نبوی میں مہاجرین کی ایک مجلس قائم تھی جسمیں حضرت عمرؓ ان معاملات کے متعلق گفتگو کرتے تھے، جو انکی خدمت میں اطراف ملک سے پیش ہوتے تھے۔

ان مجالس کے ذریعہ سے جو امور طے ہوئے وہ تفصیل حدیث و تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ (ایضاً صـ۳۵)

انکی (حضرت عمر بن عبد العزیز کی) خلافت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے جمہوریت کی روح کو جو بالکل مردہ ہو گئی تھی از سر نو زندہ کیا ..... انکی طبیعت ابتدا ہی سے جمہوریت پسند واقع ہوئی تھی، چنانچہ جب ولید کی طرف سے مدینہ میں گورنر ہو کر آئے، تو مدینہ کے فقہا میں سے ..... کو طلب کیا اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے کام کے لیے طلب کیا ہے، جسپر آپ کو ثواب ملے گا، اور آپ لوگ حق کے مددگار قرار پائیں گے۔ میں آپ لوگوں کی رائے کے بغیر کوئی کام انجام دینا نہیں چاہتا .... خلیفہ ہوئے تو چند منتخب اشخاص کو ندیم خاص مقرر کیا، جو انکو تمام ملکی حالات میں مشورہ دیتے تھے۔

(سیرت عمر بن عبد العزیز، صـ۱۳۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند کتابیں

الناظر

اردو کا مشہور رسالہ ... [illegible]

میلاد النبی صلعم

[illegible]

نغمۂ حرم

[illegible]

تاریخ عرب

[illegible]

قیمت [illegible]

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن

[illegible]

بیان - سورۂ آل عمران کی تفسیر [illegible]

سبیل الرشاد سورۂ حجرات کی تفسیر [illegible]

کلید خزائن قرآنی

[illegible]

کشاف الہدی

[illegible]

ترجمہ ابن خلدون معہ مقدمہ

[illegible]

علوم القرآن

[illegible]

مصنفین اردو

اردو کے تین سو کے زائد مشہور و مقبول مصنفین کی ... مکمل تصانیف کی فہرست ... سال بسال شائع ہوتی ہے ... [illegible]

قیمت ۔۔۔ [illegible]

الناظر بک ایجنسی

بصائر القرآن

[illegible]

قیمت [illegible]

تصوف اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

آئینہ حقیقت نما

[illegible]

قیمت [illegible]

پیام امن

[illegible]

قیمت [illegible]

حقائق اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تاریخ الحرمین الشریفین

[illegible]

قیمت [illegible]

جدید دور اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تجرید بخاری معہ ترجمہ

[illegible]

انتخاب صحاح ستہ

[illegible]

مسلمانان اندلس

[illegible]

جزاء الاعمال

[illegible]

مستقبل اسلام

[illegible]

نامۂ نجد

[illegible]

ملنے کا پتہ ۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

باہتمام احقر الانام اسحاق علی علوی مالک و مہتمم الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا